

پاکستان کے ایک سابق وزیر خزانہ پیغمبر دے رہے تھے۔ اقتصادیات کامابور اور درودل رکھنے والا ناسان۔ نواز شریف کی حکومت آچکی تھی۔ میاں صاحب اپنے سوون کے متعلق تقریب بھی کر رکھے تھے۔ وہی گھے پئے دعوے اور وہی اعلانات، جو کمزور حکمران ہمارے بد قسمت ملک میں ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ جس مقام پر سابق وزیر خزانہ بات کر رہے تھے، وہاں میں بھی موجود تھا۔ خاموشی اور پوری وجہ سے اس اہل علم کا ایک ایک فقرہ سن رہا تھا۔ نام نہیں لکھ سکتا۔ مگر وہی شخص تھا جس نے ہمارے ملک کو سعودی عرب سے تیل میں فقید الشال رعایت لیکر دی تھی۔ خاموشی مجاہد۔ جسکے بہترین کاموں کو بھی کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے کہ کریڈٹ تو سارے کام ساریسا ستدان سمیئنے بلکہ چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس چھیننا چھیننی میں نہ تو کسی کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی تحسین و تکریم کے بودے ذوق گروں سے سیاسی قد میں ایک اچھے بھی بڑھاوا ہوتا ہے۔ سیاسی بولنے، ہمیشہ بولنے ہی رہتے ہیں۔ پیش اشتہارات اور پروپیگنڈے کے زور پر اپنے آپ کو آسان تک سرفراز کر لیں۔ جب دھوپ لگتی ہے تو سب پکھڑاۓ خواب کی طرح سامنے آ جاتا ہے۔

سابق وزیر خزانہ جگنی بات کر رہا ہوں، ورلڈ بینک میں بہت طویل عرصہ ملازمت کرتے رہے۔ اسکے بعد لاہور کی ایک نجی یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ پیغمبر کے دوران ایک نیا بھروسہ مگر المناہ داقعہ سنایا۔ امریکہ سے آئے کے بعد اپنی بیگم کے ساتھ لاہور کے ایک شاپنگ مال میں گھر کا سو اسٹاف خریدنے کیلئے گئے۔ وہاں اپنے کرجب کھانے پینے کے ریک کی جانب توجہ کی توجیہ رہ گئے۔ صرف پنیر کے میں پچیس گھنٹے غیر ملکی برائٹنڈ پڑے ہوئے تھے۔ دکھ سے بتانے لگے کہ واٹکن میں پندرہ برس گزار دیے۔ وہاں گھر کا سامان خود خریدتا رہا۔ مگر اتنی اقسام کے غیر امریکہ میں بھی دستیاب نہیں ہیں۔ پاکستان جیسے غریب ملک میں درآمدی پیپر کی اتنی وراگی دیکھ کر سکتے میں آگئے۔ شاپنگ مال کے ملازم سے پوچھا کہ کیا تباہی تھی پیپر کے جاتا ہے۔ ملازم نے مسکراتا شروع کر دیا۔ کہا، سر، یہ امیر آدمیوں کی شاپنگ کی جگہ ہے۔ یہاں خواتین نہیں، بیگمات لاڈنگ کے ساتھ تشریف لاتی ہیں۔ پیپر اور کھانے پینے کی تمام امپور مڈل شایاء فوراً فروخت ہو جاتی ہیں۔ آج تک کسی نے اگلی قیمت نہیں پوچھی۔ سادہ ساوزیر خزانہ پریشان ہو کر خاموش ہو گیا۔ اتنی دیر میں اہلیہ آئی۔ وہ بھی خیزان تھی کہ درجنوں طرح کی کیٹ فوڑ (بلیوں کی خواراک) اور ڈاگ فوڑ (کتوں کی خواراک) موجود ہے۔ تمام لوازمات باہر سے اپنورث کی گئی ہیں۔ خیر، دونوں میاں یہوی، سمان لیکر باہر آگئے۔ اس اقتصادی باہر نے واقعہ ننانے کے بعد تمام شرکاء سے سوال کیا کہ پاکستان جیسا غریب ملک جو بال بال قرضے میں ڈوبتا ہوئے۔ جہاں کروڑوں لوگ دو وقت کی روٹی سے محتاج ہیں۔ جہاں لوگ، گند اور غلیظ پانی پینے پر مجبور ہیں۔ جہاں ہر پانچواں آدمی پہلا نہیں کام ریاض ہے۔ کیا وہاں کتوں اور بلیوں کی درآمدی خواراک بیچنا اور خریدنا ظلم نہیں ہے۔ کیا اس ملک میں درجنوں طرح کا غیر ملکی پیپر فروخت کرناورست ہے۔ سامنے کیے کسی کے پاس بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ طویل خاموشی تھی۔ اقتصادی ماہر کہنے لگے، کہ مجھے معاشر طور پر اگلے پانچ چھ سال میں پاکستان آگے بڑھتا ہو انظر نہیں آ رہا۔ امراء مہنگی عیاشی کرنے کیلئے اس ملک کو برداشت دینے گے۔ بالکل یہی ہوا۔ ہم آج اتنے مقروض ہیں کہ ہماری ڈھنائی اور بے شرمی دیکھ کر بین الاقوامی قرض دیئے والے اوارے گھبرا جاتے ہیں۔

ورلڈ بینک کے ایک انتہائی اعلیٰ عہدے دار نے بتایا کہ پاکستان واحد ملک ہے جہاں سے وزیر خزانہ اور ان سے مشکل باہو، قرض لینے کیلئے کسی قسم کی توجہ طلب بات نہیں کرتے۔ ہمارے ملک کے یہ نام نہاد نہادے آئیں ایم ایف اور دیگر اوروں کی ہر شرط بغیر غور و غوض کیے اسی وقت پھر تی سے مان لیتے ہیں۔ وجہ صرف یہ، کہ انہیں قرض سے ایسے مخصوص بے ہاتنے ہوتے ہیں، جہاں سے بھاری کیش وصول ہو۔ قرض لینے ہوئے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم بلکہ سو تک واپس نہیں کر سکتے۔ مگر صرف اپنے پانچ سالہ دور اور کر پشن کے پیے کیلئے پورے ملک کو اونے پونے داموں پر گروہی رکھ دیتے ہیں۔ ورلڈ بینک کے اس افرانے بتایا کہ دنیا کے باقی تمام ممالک قرضہ لینے وقت کوئی بھی سخت شرط تسلیم نہیں کرتے۔ ہر نکتے پر دلیل سے بحث کرتے ہیں۔ کیا بار قرضہ لینے سے ہی انکار کر دیتے ہیں کہ یہ رقم انکے ملکی مفاد میں نہیں ہے۔ اسکے نمائندے میٹنگ سے انٹھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ مگر کسی صورت میں ملکی اہلتوں پر آجھ نہیں آنے دیتے۔ مگر ہمارے گزشتہ دس برس کے وزراء خزانے نے موڑوے، ایک پورٹ، شاہراہیں، ریڈ یو شیشن اور ہر قیمتی چیز گروہی رکھ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اب اسد عمر جیسا صاف ستر آدمی بھی الگیاں چڑھا رہے کہ معیشت کو کیسے زندہ کرے۔ خیر یہ چیز ہے کہ معاملہ تو عمل ہو جائیگا۔ اس لیے کہ اسد عمر ایک ایماندار شخص ہے۔ وہ لندن یا فرانس میں ناجائز اٹھانے کی طرف مائل نہیں ہے۔

مگر میر انبیادی سوال بالکل مختلف ہے۔ ہمارے ملک میں کون ہے جو مشکل مگر مضبوط فیصلے کریگا۔ کون سا حکمران ہو گا جو معاملات کو پوری قوت سے حل کرنے کی توانا ہمت کرے گا۔ بلکہ یہاں تک عرض کروں گا کہ کون سا ستدان اتنی جرات کریگا، کہ ہمارے اقتصادی، معاشری، سماجی، معاشرتی اور دفاعی مسائل حل کرنے کی جانب ایک قدم تک بڑھا سکے۔ دیکھا جائے تو ہمارے تمام حکمران "سٹیشن کو" کے عملی نمونے ہیں۔ یہ اتنی استطاعت ہی نہیں رکھتے کہ ملک کے بیانی دھانچے میں ثابت تبدیلی لاسکتیں۔ معمولی سی بات پر بھی فیصلہ کرنے سے کتراتے ہیں۔ چند مثالیں سامنے رکھیے۔ کیا خوردنی تیل، پیپر، کتوں اور بلیوں کی غذہ، والیں، سبزیاں، گوشت اور اس طرح کیے جانے والے ایس طرح کی تمام اشیاء پر مکمل پابندی عائد کرنا ہے۔ ہر نکتے پر دلیل سے بحث کرتے ہیں۔ کیا بار سگر کا اس طرح کیے جانے والے ایس طرح کی تمام اشیاء پر مکمل پابندی عائد کرنا ہے۔ مگر ہمارے گزشتہ دس برس کے سگریت اور سگار پر بے حد حکومتی نیکس ہے۔ وہاں یہ فضول سی اشیاء بھی، ہمارے گزشتہ دس برس کے سگریت اور سگار پر بے حد حکومتی نیکس ہے۔ وہاں یہ فضول سی اشیاء بھی حد مہنگی ہیں۔ مگر وہ کمال ہو شیدی سے یہ اشیاء ہمارے ملک میں بھجوادیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ہمارے عوام غیر ملکی سگریت ایک سٹیشن سیبل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ معاملہ یہ کہ جس چیز کا استعمال اسکے ملک میں تقریباً ختم ہو چکا ہے وہ ہڑتے سے ہیں فروخت کر رہے ہیں۔

اسی طرح اپنورڈ قیمتی گاڑیوں کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گاڑیوں پر غور کیجئے۔ ڈیزی ہڈو کروڑ کی لینڈ کروڑیں بہتات میں نظر آئیں گی۔ اس طرح مرسلیز، بی ایم ڈبلیو، آؤڈی اور دیگر قیمتی غیر ملکی گاڑیوں کی قطاریں نظر آئیں گی۔ اور تو اور، اب تو لوگ روزراں بھی خرید رہے ہیں۔ اس گاڑی کی قیمت سترہ کروڑوں پر ہے۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ کیا ہم ان درآمد شدہ گاڑیوں کے بغیر سانس نہیں لے سکتے۔ کیا ہمارے جیسے غریب ملک کو اپنا قیمتی زر مبادلہ ان شاہ خرچوں پر والقی صرف کرنا چاہیے۔ مگر کیا کوئی بھی سا ستدان یہ آسان مصنوعات کو ترقی دیں گے۔ ہمارے ہمسایہ ملک نے تقریباً پہنچنے برس غیر ملکی گاڑیوں بلکہ کسی بھی اپنورڈ چیز پر مکمل پابندی لگا رکھی تھی۔ وہاں تو واٹر کو ربھی دیکی ساتھ۔ سکھ یا تری اور دیگر اصحاب پاکستان کے بنے ہوئے واٹر کو رکھو گا جو دنیا کی طرف کو واپس لیکر جاتے تھے۔ ہندوستان نے پہنچنے برس خوفناک عیاشی کا حصہ بننے سے انکار کر دیا۔ پوری قوم نے سادگی کا کاروڑ رکھا۔ نتیجہ یہ کہ آج ہندوستان معاشری طور پر اتنا مضبوط ہو چکا ہے کہ چھوٹی مولی چیزیں توکیا، بھری بیڑے، پاپر پلانٹ اور فاٹر ہوئی جہاز تک مقامی طور پر بنا رہا ہے۔ سیاستدانوں کی دور رس منصوبہ بندی سے، وہ ملک دنیا کی پہلی "وس" مضبوط ترین معیشوں میں سے ایک ہے۔ مگر یہ سب کچھ کیسے ہو۔ صرف ایک وجہ سے کہ اسکے سیاسی حکمرانوں نے مضبوط فیصلے کیے اور پھر ان پر بختنی سے عملدر آمد کیا۔ موجوہہ حکومت نے سادگی کی طرف جو قدم اٹھایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ مگر اس وقت ضرورت ہے کہ جاہر ان معاشری، اقتصادی اور سماجی فیصلے کیے جائیں۔ اپنورث میں سے چند ضروری اشیاء کے علاوہ ہر چیز پر مکمل پابندی لگادی جائے۔ اسی طرح ملک کے ہر شعبہ میں سخت ترین فیصلے کیے جائیں۔ چکتی ہوئی غیر ملکی گاڑیاں، غیر ملکی قیمتی ملبوسات اور اس طرح کی تمام اشیاء کے استعمال کو ختم کیا جائے۔ یہ مضبوط فیصلے مکمل طور پر نامقبول ہو گئے۔ حکومت کی مقبولیت کا گراف ضرور گریگا، مگر ملکی معیشت صرف تین چار سال میں اپنے بیرونی پر کھڑی ہو جائیگی۔ ہم قرض کے عذاب سے باہر نکل آئیں گے۔ مگر سال تو یہ ہے کہ یہ مضبوط اور ہڑتے والے فیصلے، دور رس قومی مفاد میں کون کرے گا!